حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔

قوم عاد: ماہرین انساب اور مورخین عربوں کی دو قسم بتاتے ہیں۔ایک وہ جو خالص عرب تھے۔انہیں عرب عاربہ کہا جاتا ہے۔دوسرے وہ عرب ہیں جو کہیں سے آکر بس جانے سے عرب ہو گئے تھے۔انہیں عرب مستعربہ کہا جاتا ہے ۔عرب عاربہ کے مختلف قبائل تھے ۔مثلاً ثمود، طسم ،جدیس، جرہم، امیم، مدین، عملاق، قحطان، بنو یقطن وغیرہ۔ قوم عاد بھی انہیں لوگوں میں سے تھے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی انہیں قبائل میں ہوئی تھی۔آپؑ کی اولاد اور ان سے جو نسل چلی وہ عرب مستعربہ کہلاتی ہے۔

عرب عاربہ میں سے بہت سی قومیں مٹ چکی ہیں۔انہیں اقوام بائدہ یعنی معدوم اقوام کا نام دیا گیا ہے۔قوم عاد بھی انہیں میں شمار کی جاتی ہے۔اب اس قوم کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا اور نہ ہی اس کے افراد اس نام سے پائے جاتے ہیں۔اہل عرب انہیں خوب جانتے تھے اور ان کا تذکرہ ان کے اشعار و خطبات میں بہت ملتا ہے۔ ان کی قدامت اور ان کی بربادی بھی ان کے نزدیک جانی بوجھی چیز تھی۔عربی میں ہر قدیم چیز کو انہیں کی رعایت سے 'عادی' کہا جاتا ہے۔

یہ بڑی شاندار قوم تھی۔اللہ تعالیٰ نے انہیں نہایت قوی الجثہ بنایا تھا۔یہ نہایت دراز قد اور طاقت ور لوگ تھے۔قرآن نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے۔: ﴿ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ﴿٦﴾ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ﴿٧﴾ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴿٨﴾ ﴾ (الفجر: ٦ – ٨) ترجمہ: تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے رب نے کیا برتاؤ کیا اونچے ستونوں والے عاد ارم کے ساتھ جن کے مانند کوئی قوم دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کی گئی تھی؟ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ وَإِذَا بَطَشْتُم بَطَشْتُمْ جَبَّارِينَ ﴿١٣٠﴾ ﴾ (الشعراء: ١٣٠) ترجمہ: اور جب کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو جبار بن کر ہاتھ ڈالتے ہو۔

علاقہ اور وطن: قرآن میں ان کے علاقہ کو احقاف کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ احقاف، حقف کی جمع ہے جس کے معنی لغت میں ریت کے لمبے لمبے ٹیلے ہیں جو بلندی میں پہاڑ کے برابر نہ پہنچے ہوں۔ اصطلاح میں احقاف اس علاقہ کو کہتے ہیں جو صحرائے عرب (الربع الخالی) کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ عاد کا علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ اپنے مرکز احقاف سے نکل کر یہ گردو پیش کی کمزور اقوام پر چھا گئے تھے۔ موجودہ دور میں مکلا شہر سے تقریباً ۱۲۵ میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب حضرت موت میں ایک مقام ہے جو قبر ہود کے نام سے مشہور ہے۔ وہاں حضرت ہود کا لوگوں نے مزار بھی بنا رکھا ہے۔ آج یہ علاقہ عبرت کا نشان بنا ہوا ہے۔ لق و دق صحراء جسے دیکھ کر یہ گمان نہیں کیا جاسکتا کہ کبھی یہ ایک شاندار تمدن رکھنے والی قوم کا مرکزی مقام رہا ہو گا۔ لوگ اس میں جانے کی ہمت نہیں کرتے۔ ۱۸۴۳ میں بویریا کا ایک فوجی آدمی ادھر آنکلا، اس کا اس سلسلہ میں بیان ہے کہ اس میں جگہ جگہ ایسے سفید قطعے ہیں جن میں کوئی جز گر جائے تو وہ ریت میں غرق ہو جاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہاں کی ریت بالکل باریک سفوف کی طرح ہے۔ میں نے دور سے ایک شاقول (لوہے کا ٹکڑا) اس میں پھینکا تو وہ پانچ منٹ کے اندر اس میں غرق ہو گیا اور اس رسی کا سرا گل گیا جس کے ساتھ وہ بندھا ہوا تھا۔

قوم عاد کی خصوصیات: حضرت نوح کی قوم کی تباہی کے بعد جس قوم کو عروج بخشا گیا وہ یہی قوم تھی۔ جسمانی اعتبار سے یہ قوم بڑی زور آور اور طاقت ور تھی۔ (اعراف:۶۹) اپنے عہد کی یہ بڑی شاندار اور زبردست قوم تھی، اس کا تمدن انتہائی شاندار تھا، اونچے اونچے ستونوں کی عظیم الشان عمارتیں بنانا اس کا خاص وصف تھا جس کے لئے یہ معروف و مشہور تھی۔ (سورہ فجر:۸،۷،۶) اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو اپنی بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا تھا۔ (شعراء:۱۳۳،۱۳۱)

قوم عاد کا بگاڑ اور حضرت ہودؑ کی دعوت: اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور اپنی قوی خصوصیات کی وجہ سے یہ لوگ تکبر کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اپنی ظاہری حالت کے فریب میں آکر اپنی اصل بھول گئے اور بجائے اللہ تعالیٰ کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرنے کے یہ اس کے ساتھ شرک کرنے لگے ۔

قوم عاد اللہ کی ذات کی منکر نہ تھی۔ وہ اللہ کو مانتے تھے لیکن اس کی صفات میں دوسروں کو بھی شریک کر لیا کرتے تھا۔ چنانچہ ان کے معروف بت تین تھے: صمد، صمود اور ہر۔ ان بتوں کی پرستش کے لئے بدنام زمانہ دلیل آباء پرستی اور ان کی اندھی تقلید تھی۔ جب حضرت ہود نے ان کو شرک کرنے پر ٹوکا تو ان کا جواب تھا: ﴿ قَالُوٓاْ أَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ ٱللَّهَ وَحۡدَهُۥ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ ءَابَآؤُنَاۖ ﴿٧٠﴾ ﴾ (الأعراف: ٧٠)

ترجمہ: انہوں نے جواب دیا: کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں؟ تمدن کے عروج اور مادی نقطہ نظر نے انہیں معیار زندگی کو بلند کرنے اور اسراف و تبذیر کی راہ دکھائی، نمود و نمائش اور ظاہری رکھ رکھاؤ ہی ان کی زندگی کا مقصد بن گیا جس کے نتیجے میں اپنے سے کم اور کمزور قوموں اور افراد پر ظلم اور ان کا استحصال ان کا وطیرہ بن گیا۔ خوف خدا سے عاری اور اخروی جوابدہی سے بے پرواہ نظام زندگی کی ساری لعنتیں ان میں در آئیں۔ ایسے میں حضرت ھود علیہ السلام نے ان کو توحید خالص کی طرف بلایا اور ان کی خرابیاں ان پر واضح کرنی شروع کیں۔ قرآن کا بیان ہے: ﴿ وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمۡ هُودًاۗ قَالَ يَٰقَوۡمِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرُهُۥٓۚ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٦٥﴾ ﴾ (الأعراف: ٦٥) ترجمہ: اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا اس نے کہا اے برادران قوم: اللہ کی بندگی کرو اسکے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ پھر کیا تم غلط روی سے پرہیز نہ کرو گے؟

حضرت ھود علیہ السلام کی دعوت کے جواب میں ان کی قوم کے ذمہ داروں نے یہ جواب دیا: ﴿ قَالَ ٱلۡمَلَأُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَوۡمِهِۦٓ إِنَّا لَنَرَىٰكَ فِي سَفَاهَةٖ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ ٱلۡكَٰذِبِينَ ﴿٦٦﴾ ﴾ (الأعراف: ٦٦) ترجمہ: اس کی قوم کے سرداروں نے، جو اس کی بات ماننے سے انکار کر رہے تھے، جواب میں کہا: ہم تو تمہیں بے عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو۔

مادہ پرست مشرکانہ تہذیب کے نمائندے ہمیشہ معقول باتوں کا ایسا ہی جواب دیتے ہیں، استدلال کے بجائے الزام تراشی پر اتر آتے ہیں۔ وہ دل میں خوب جانتے ہیں کہ وقت کا رسول سچا ہے۔ حق کی طرف بلا رہا ہے لیکن ان کے مفادات اور نفس پرستی انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ ضمیر کی آواز کو دبا دیں، بطن و فرج کی غلامی

انہیں وقار و متانت کی بلندیوں سے گرا کر حیوانیت کے پست ترین مقام پر لے آتی ہے پھر وہ اسی شخص میں عیب نکالنے لگتے ہیں جو اعلان نبوت سے پہلے تک ان کا محترم ترین اور مثالی سیرت و کردار کا حامل فرد تسلیم کیا جاتا تھا۔

حضرت ھود علیہ السلام کی قوم کے لوگوں نے ان کی دعوت توحید کے جواب میں اسی رویہ کا اظہار کیا اور کہا کہ ھود تم تو بے وقوف ہو۔ ہم تمہیں احمق سمجھتے ہیں۔ یعنی یہ چند روزہ زندگی کی مہلت کیا اس لئے ملی ہے کہ اس میں جنت جہنم کا روگ پالا جائے؟۔ یہ طرح طرح کی آسائشیں، انواع و اقسام کے سامان تعیش، دنیا کے یہ مزے آج میسر ہیں، جی بھر کر موج مستی کر لو۔ ان سے منھ موڑنا بے وقوفی اور حماقت ہے۔

حضرت ھود نے ان کے طرز فکر پر تنقید کرتے ہوئے اپنی اصل حیثیت بتائی، انتہائی دل سوزی اور درد مندی سے انہیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! میں بے وقوف اور احمق نہیں ہوں۔ میں تو اللہ کا فرستادہ ہوں ۔اس کے پیغامات تمہیں پہنچا رہا ہوں ۔میں تو تمہارا ہمدرد اور سچا بہی خواہ ہوں ۔(اعراف:۶۸،۶۷) یعنی یہ باتیں میری اپنی نہیں ہیں۔ یہ اسی کی طرف سے ہیں جس نے تم لوگوں پر ان نعمتوں کی بارش کی ہے۔ یہ معاملہ ہلکا نہیں ہے کہ تمہارا انکار صرف ایک فرد کا انکار ہو گا بلکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ تم ان باتوں کا انکار کر کے اللہ کے غضب کے مستحق بن جاؤ۔ اس لئے ان باتوں کو صرف اپنے جیسے ایک انسان کے معیار پر نہ تولو۔ عقل سے سوچو اور غور و فکر کے بعد صحیح فیصلہ کرو۔ حضرت ہود نے انہیں تاریخی حوالہ سے سمجھایا۔ سابقہ قوم کے انجام بد سے عبرت حاصل کرنے پر متوجہ کیا۔ ان نعمتوں اور قوی خصوصیات کا حوالہ دیا جو اللہ کی جانب سے انہیں عطا کی گئیں تھیں لیکن ڈھاک کے تین پات ،ان نادانوں نے جو جواب دیا وہ یہ: ﴿ قَالُوٓاْ أَجِئۡتَنَا لِنَعۡبُدَ ٱللَّهَ وَحۡدَهُۥ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ ءَابَآؤُنَاۖ فَأۡتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ٧٠ ﴾ (الأعراف: ٧٠) ترجمہ: انہوں نے جواب دیا: کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں؟ اچھا تو لے آ وہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو سچا ہے۔

اللہ کے یہ سرکش اور باغی اپنی کم عقلیوں اور کج رویوں پر حضرت ہود کی روک ٹوک کب تک برداشت کرتے۔ بالآخر نوک زبان پر دل کی بات آ ہی گئی کہ ہم اپنا رویہ بالکل نہ بدلیں گے۔ اپنے بنائے نظام سے ہر گز دست بردار نہ ہوں گے۔ ایسا کیسا ہو سکتا ہے کہ ہم تمہارے کہنے سے ایک اللہ کو مان لیں اور ان معبودوں کا انکار کر دیں جنہیں ہمارے آباء واجداد تسلیم کرتے چلے آئے ہیں اور انہیں کے دم قدم سے ہماری قومی زندگی تابناک و منور ہے۔ اے ہود یہ جو تم روز روز عذاب کی دھمکیاں دیتے رہتے ہو۔ اگر اس میں کچھ حقیقت ہے تو لے آؤ عذاب ہم اس کے لئے تیار ہیں۔

والدین اپنی اولاد کے لئے جتنا شفیق ہوتے ہیں ایک نبی اس سے زیادہ اپنی قوم کے لئے شفیق ہوتا ہے۔ وہ، وہ کچھ دیکھ رہا ہوتا ہے جس سے اس کی قوم غافل ہوتی ہے۔ وہ قوم کی انکار کی اس روش پر ناراض ہونے کے بجائے انتہائی الحاح اور نرمی سے سے اپنی قوم کو سمجھاتا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح نے ان کی آباء پرستی کی مزموعہ دلیل کے جواب میں ان سے کہا کہ اللہ کے علاوہ جن کو تم اپنے آباء واجداد کے حوالہ سے پوجتے ہو اور انہیں خدا کی خدائی میں شریک کرتے ہو ان کی حقیقت اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ یہ بس کچھ نام ہیں جنہیں تم نے خدا کا شریک ٹھہرا لیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کی اور کوئی حقیقت نہیں ہے۔

تم جس کو مشکل کشا کہتے ہو مشکل کشائی کی کوئی طاقت اس کے پاس نہیں ہے، جس کو گنج بخش کے نام سے پکارتے ہو اس کے پاس کوئی گنج نہیں کہ کسی کو بخشے، جس کے لئے داتا کا لفظ بولتے ہو وہ کسی شئے کا مالک ہی نہیں کہ داتا بن سکے، جس کو غریب نواز کے نام سے موسوم کرتے ہو وہ غریب اس اقتدار میں کوئی حصہ ہی نہیں رکھتا جس کی بنا پر وہ کسی غریب کو نواز سکے۔ جس کو غوث (فریادرس) کہتے ہو وہ کوئی زور نہیں رکھتا کہ کسی کی فریاد کو پہونچ سکے۔ در حقیقت ایسے سب نام محض نام ہی ہیں جن کے پیچھے کوئی مسمیٰ نہیں ہے۔ تم ان بے حقیقت ناموں کے لئے مجھ سے جھگڑتے ہو؟ بھلا بتاؤ کہ ان کی خدائی کی کیا سند ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے جسے تم بھی مانتے ہو کسی کو کوئی پروانہ مشکل کشائی، یا گنج بخشی یا حاجت روائی کا بخشا ہے؟ تم نے خود ہی اپنے وہم و گمان سے اس کی خدائی کا جتنا حصہ جس کو چاہا دے ڈالا۔

حضرت ھود علیہ السلام کی نہایت دلسوزی اور محبت کے ساتھ دی گئی دعوت کو ان کی قوم نے ٹھکرا دیا اور عذاب الٰہی کا مطالبہ کر بیٹھی۔ حضرت ھود جب اتمام حجت کر چکے اور یہ سمجھ لیا کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے تو قوم کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ ٹھیک ہے تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

قوم کا رویہ دیکھ کر حضرت ھود نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی اور مدد کے طلبگار ہوئے: رب انصرنی بما کذبونی (المومنون:۳۹) ترجمہ: رسول نے کہا پروردگار ان لوگوں نے جو میری تکذیب کی ہے اس پر اب تو ہی میری نصرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی مدد فرمائی اور قوم کی تباہی و بربادی کا فیصلہ فرمادیا: ﴿ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَّيُصْبِحُنَّ نَٰدِمِينَ ﴿٤٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ ٱلصَّيْحَةُ بِٱلْحَقِّ فَجَعَلْنَٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٤١﴾ ﴾ (المؤمنون: ٤٠ - ٤١) ترجمہ: جواب میں ارشاد ہوا: قریب ہے وہ وقت جب یہ اپنے کئے پر پچھتائیں گے۔ آخر کار ٹھیک ٹھیک حق کے مطابق ایک ہنگامہ عظیم نے ان کو آلیا اور ہم نے ان کو کچرا بنا کر پھینک دیا۔ دور ہو ظالم قوم۔

قوم عاد کا عذاب: قوم عاد حضرت ہودؑ سے جس عذاب کا مطالبہ کر رہی تھی بالآخر وہ آ ہی گیا۔ سات رات اور آٹھ دن مسلسل ان پر زور دار ہوا چلتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آندھی ان پر ایسی مسلط کر دی کہ پوری قوم تباہ و برباد ہو گئی۔ قرآن میں ان کی تباہی کا ذکر یوں کیا گیا ہے: ﴿ وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا۟ بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿٦﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى ٱلْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿٧﴾ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُم مِّنۢ بَاقِيَةٍ ﴿٨﴾ ﴾ (الحاقة: ٦ - ٨) ترجمہ: اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا (تم وہاں ہوتے تو) دیکھتے کہ وہ وہاں اس طرح پچھڑے پڑے ہیں جیسے وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں۔ اب کیا ان میں سے کوئی تمہیں باقی بچا نظر آتا ہے؟ اس آندھی کی کیا کیفیت تھی اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ اس طرح بیان فرمایا ہے: ﴿ وَفِى عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ ٱلرِّيحَ ٱلْعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِن شَىْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَٱلرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ ﴾ (الذاریات: ٤١ - ٤٢) ترجمہ: اور (تمہارے لئے نشانی ہے) عاد میں، جب کہ ہم نے ان پر

ایک ایسی بے خیر ہوا بھیج دی کہ جس چیز پر بھی وہ گزر گئی اسے بوسیدہ کر کے رکھ دیا۔ شروع میں بادل اٹھا۔ قوم عاد بادل دیکھ کر خوشی کے شادیانے بجانے لگی۔ قحط سے پریشان بارش کے انتظار میں تھکی قوم نے کہا کہ یہ بادل امڈے آرہے ہیں۔ اب خوب بارش ہو گی۔ لیکن ہائے افسوس! وہ جس کو رحمت سمجھ رہے تھے اسی میں انکی تباہی و بربادی پوشیدہ تھی۔ اللہ کے کام بھی نیارے ہوتے ہیں۔ جب اللہ کا نبی انہیں سمجھاتا تھا تو وہ اینٹھ کر کہتے تھے کہ (من اشد منا قوۃً) ہم سے زیادہ طاقت ور کون ہے؟ اب اللہ نے انہیں ایسی جگہ سے پکڑا جہاں سے پکڑے جانے کا انہیں سان و گمان بھی نہ تھا۔ جس بادل کو وہ اپنے لئے موجب رحمت و برکت سمجھ رہے تھے اسی میں ان کے لئے عذاب تھا۔ سات رات اور آٹھ دن ایسی آندھی چلی کہ سب کے سب کھجور کے کٹے ہوئے تنوں کے مانند ادھر ادھر مرے پڑے نظر آنے لگے۔ قرآن کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوا نے انہیں اٹھا اٹھا کر خوب پٹخا، پہاڑوں سے ٹکرایا جس سے ان کے سر پاش پاش ہو گئے ۔وہی سر جس میں تکبر و نخوت بھری ہوئی تھی۔ وہی سر جو کبھی گھمنڈ سے چور تھے۔ آج ریزہ ریزہ نظر آنے لگے اور ان کی بے سر کی لاشیں ایسی دکھائی دیتیں کہ جیسے ہرے بھرے کھجوروں کے سر کاٹ کر ان کے تنوں کو کھوکھلا کر دیا گیا ہو۔ وہ عالیشان محلات جو اسراف و تبذیر کا نمونہ تھے۔ جن سے ان کی شان و شوکت ٹپکتی تھی، سنسان اور ویران ہو گئے۔ وہ شاندار تہذیب و تمدن جس پر ان کو ناز تھا اور جسے کامیابی کی دلیل سمجھتے تھے بالآخر ملیامیٹ ہو کر رہ گیا۔ یہاں تک کہ آج کوئی ان کا نام لیوا نہیں اور قوم عاد اور ان کے مساکن رہتی دنیا کے لئے نمونہ عبرت بن کر رہ گئے۔

حقائق و معارف:

* قوم عاد قوم نوح کے جانشین تھے۔

* اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو جسمانی صلاحیتیں بہت زیادہ عطا فرمائی تھیں کہ ان کے جیسا ان کے دور میں کوئی اور نہیں تھا

* اللہ تعالیٰ کی بخشش اور عنایات در اصل آزمائش ہوتی ہیں۔ان کو پا کر شکر گزاری کا رویہ اختیار کرنے والوں پر مزید عنایات ہوتی ہیں اور اس کے علی الرغم غرور و تکبر میں مبتلا ہو جانے اور ان کا غلط استعمال کرنے والوں سے نہ صرف یہ کہ نعمتیں چھین لی جاتی ہیں بلکہ ان کے پاداش میں قومیں ہلاک کر دی جاتی ہیں۔

* دنیا کی ظاہری چمک دمک، تمدن کی رنگینیاں اور مادی ترقی و خوشحالی کسی قوم کے صالح اور بر حق ہونے کی دلیل نہیں ہوتی۔

* حق کی آواز اگر معاشرے میں بلند کی جائے تو اس سے غفلت اور بے پروائی نیز اسے نظر انداز کرنے کی روش بالآخر پورے معاشرے کو ہلاکت میں ڈال دیتی ہے۔ ظہور حق کے بعد قبول حق ہی زندگی کا ضامن اور عذاب سے بچاؤ کا واحد راستہ ہے۔

* باطل بظاہر کتنا ہی دلفریب اور جاذب نظر اور عظیم الشان ہو بے اصل ہوتا ہے اور حق بظاہر کتنا ہی بے مایہ، بے سروسامان ہو آخر کار فاتح اور کامران ہوتا ہے کیونکہ اس کا حامی و ناصر اللہ تعالیٰ کی ذات ہوتی ہے ۔اس لئے اہل حق کو صورتحال سے خواہ کتنا ہی ناموافق ہو، گھبرانا نہیں چاہئے۔

* شرک و بت پرستی حقیقتاً کوئی مبنی بر عقل و دلیل نظام نہیں بلکہ بعض شاطر اور خود غرض انسانوں پر انسانی گروہوں کی عیاریوں کا ایک جال ہے جس سے وہ اپنی ہوس کی بھوک مٹانے کے لئے بنی نوع انسانی کا شکار کرتے ہیں۔اس کی شناعت یوں اور بڑھ جاتی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر کیا جاتا ہے۔

* اللہ تعالیٰ کی ذات غنی اور بے نیاز ہے۔وہ اپنے تکوینی اصولوں کے مطابق پوری پوری قوم کو ہلاک کر دیتا ہے اور اس کی خدائی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا ہے۔کوئی نہیں جو اس کے ہاتھ پکڑ سکے یا اس کے خلاف ادنیٰ احتجاج بھی کر سکے

* اللہ تعالیٰ افراد، گروہوں، قوموں کو صلاحیتیں اور اپنی نعمتیں دے کر آزماتا ہے۔اس لئے کسی کو کبھی بھی اس غرے اور دھوکے میں نہ رہنا چاہئے کہ یہ صورتحال ہمیشہ ایسی ہی رہے گی۔ہمیشہ احتساب کا عمل جاری رہنا چاہئے اور اس سے خیر کی توفیق طلب کرتے رہنا چاہئے۔

* بظاہر جو چیزیں باعث رحمت نظر آتی ہیں اللہ کے حکم سے وہ باعث زحمت بھی بن سکتی ہیں۔ اللہ تعالی قادر مطلق ہے۔ اس کی افواج کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ اصل نگاہ اپنے اعمال پر رہنی چاہئے جو اگر خیر ہوں تو باعث رحمت ہوتے ہیں اور شر ہوں تو باعث زحمت ہوتے ہیں۔ بندے کا فرض مخلصانہ بندگی ہے۔ اس کی کمیوں اور کوتاہیوں کو صرف توبہ اور رجوع الی اللہ سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ لا ملجأ ولا منجاء من اللہ الا الیہ۔ اللہ کے غصہ و غضب سے صرف اسی کے دامن رحمت و مغفرت میں پناہ مل سکتی ہے۔